عالم اسلام اور مزاحمتی ادب

ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب ☆

Adstract:

The issue of Kashmir and the Palestine is very important issues of the world. The two part of the world are disturbed by the enmities for a long time and the poets of the Muslim ummah are producing the beautiful poetry , Which is introducing and high lighting these issues Through out The world , In this scenario the authr has presented the literary currants on Palestine and Kashmir which has been crates some prominent poets such as Faiz Ahmad Faiz. Jagan Nath Azad Naeem Ahmad sdiqy, Ahmad Fraz and Habib Jalib.

مسئلہ فلسطین (۱۹۱۷ء) ہو یا مسئلہ کشمیر (۱۹۴۷ء) یا عصر حاضر میں امریکن مفادات کے لیے پیدا کردہ افغانی یا عراقی حالت زار ہو، عام طور پر جنہیں جنگی حالات سمجھا جارہا ہے درحقیقت یہ سب مسائل اور جنگیں آزادی کی تحریک ہیں۔ آزادی کی تحریکوں کے علاوہ یہ تحریکیں معاشی، مذہبی یا سیاسی بھی ہوسکتی ہیں۔ ہر تحریک میں ایک نئی روح پھونکنے، اس تحریک کو مزید ابھارنے اور اس تحریک کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے پس پردہ کوئی نہ کوئی ادب یا لٹریچر موجود ہوتا ہے۔ یہ ادب یا لٹریچر درحقیقت اس تحریک کا منشور ہوتا ہے اور عوام الناس تک اس تحریک کے اغراض و مقاصد اجاگر کرنے میں مدومعاون ثابت ہوتا ہے۔ اس وقت عالم اسلام کو دو حقیقی مسئلے یعنی مسئلہ فلسطین اور مسئلہ کشمیر درپیش ہیں۔ ان دونوں مسائل کو مسائل بنانے والی طاغوتی قوتیں ہیں جو کہ اس وقت اپنی ذات کو دنیا کے امن وامان کے لیے لازم وملزوم قرار دیتی ہیں۔ دہشت گردی کے نام پر اپنے مذموم مقاصد حاصل کرتی ہیں اور چہ جائیکہ پہلے سے موجود مسائل کو ختم کیا جائے۔ نئے مسائل کو جنم دیا جاتا ہے۔ مسئلہ فلسطین میں یہودی اور عیسائی ۱۹۱۷ء سے ہی مسلمانوں کا قتل عام کررہے ہیں۔ آزادی فلسطین کے لیے اقوام متحدہ اور یورپی یونین کے دہرے معیار کے باعث آج تک مسئلہ فلسطین حل ہونے کے بجائے مزید الجھتا جارہا ہے۔ عربی زبان میں مسئلہ فلسطین کے حل اور آزادی فلسطین کے مجاہدین کا لہو گرمانے کے لیے بے

☆ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

شمار ادب شاعری اور نثر کی صورت میں سامنے آ چکا ہے۔ مسئلہ فلسطین چونکہ صرف فلسطینیوں کا مسئلہ نہیں پورے عالم اسلام کا مسئلہ ہے اس لیے اردو اور فارسی میں بھی اس تحریک کے مجاہدین کے جوش و جذبہ کو بڑھانے کے لیے بے شمار نغمے، نظمیں اور مضامین لکھے گئے ہیں۔ جن میں سے صرف ایک نظم کا اقتباس پیش خدمت ہے کہ جو فیض احمد فیض صاحب نے ''دو نظمیں فلسطین کے لیے'' کے عنوان سے لکھی:

میں جہاں پر بھی گیا ارض وطن
تیری تذلیل کے داغوں کی جلن دل میں لیے
تیری حرمت کے چراغوں کی لگن دل میں لیے
تیری الفت تیری یادوں کی کسک ساتھ گئی
تیری تاریخ شگوفوں کی مہک ساتھ گئی
جس زمین پر بھی کھلا میرے لہو کا پرچم
لہلہاتا ہے وہاں ارض فلسطین کا علم
تیرے اعدا نے کیا ایک فلسطین برباد
میرے زخموں نے کیے کتنے فلسطین آباد

فیض صاحب کی دیگر مشہور نظموں میں ایک ترانہ مجاہدین فلسطین کے لیے اور فلسطینی بچے کے لیے لوری اردو ادب کا سرمایہ ہیں۔ فیض صاحب کی طرح ہر باضمیر اور ہوش مند انسان ناانصافی، قتل و غارت معاشی استحصال جیسے قبیح افعال کے خلاف آواز اٹھاتا ہے۔

بعض اوقات ایسی آوازیں سیاسی و مذہبی حلقوں سے بھی اٹھتی ہوئی نظر آتی ہیں اور انسانی دکھوں اور غموں کی یہ صورت شعر و ادب کے پیرائے میں ڈھلی چلی جاتی ہیں۔ انسانوں پر انسانوں ہی کا ظلم، قوت کے بے جا اور وحشیانہ استعمال جب بھی دامن انسانیت کو داغدار کرتا ہے تو سب سے پہلی آواز جو ان خوفناک مناظر کے خلاف اٹھتی ہے وہ آواز کسی شاعر یا ادیب کی ہوتی ہے۔ شعور رکھنے والا ادیب اور شاعر اپنی قوم کے جذبات کو الفاظ بھی دیتا ہے اور مستقبل کی پیش بندی کا شعور اور آگہی بھی عطا کرتا ہے۔ مسئلہ کشمیر کے تناظر میں جتنا ادب بھی تخلیق کیا گیا وہ اسی شعور و آگہی کو اجاگر کرنے کے لیے کیا گیا۔ مسئلہ کشمیر پر شاعری کی صورت میں نہ صرف

بہت بڑی مقدار بلکہ اعلی وارفع شاعری سامنے آئی ہے۔ یوم کشمیر یعنی ۵ فروری کو مختلف اخبارات ، رسائل اور جرائد میں کشمیر کے سنگین حالات بزبان شاعر ملاحظہ فرمائے جاتے ہیں۔ کشمیریوں کے حقوق کی پاسداری اور ان کی آزادی کے لیے تو بہت سے ہندو شعرا نے بھی ہندو بنیوں اور سیاسی ٹھاکروں کے خلاف قلم کی آواز شاعری اور نثر میں بلند کی ہے۔

مسئلہ کشمیر ہو یا بابری مسجد کا معاملہ بہت سے ہندو شعرائے کرام نے دل کھول کر حق کا ساتھ دیا ہے۔ ان ہندو شعرا میں مشہور نعت گو ہندو شاعر جگن ناتھ آزاد کا نام سرفہرست ہے جو کہ معروف ومشہور اقبال شناس تھے۔ ظلم وجبر ریاستی ہو یا کسی اکثریت کا اقلیت پر ہو وہ ظلم وجبر ہی کہلاتا ہے۔ ہمسایہ ملک بھارت میں جب بابری مسجد کو شہید کرنے کی مذموم کوشش کی گئی اور گنبد کو توڑا گیا تو بہت سے ہندو شعرائے کرام نے ہندوؤں کے متشدد فرقے کی خوب خبر لی۔ بابری مسجد کے واقع پر جگن ناتھ آزاد نے جو اشعار کہے وہ خوب کہے۔ اور وہ اشعار زبان زدِ عام ہوئے۔ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

یہ تو نے ہند کی حرمت کے آئینے کو توڑا ہے
خبر بھی ہے تجھے مسجد کا گنبد توڑنے والے
ہمارے دل کو توڑا ہے عمارت کو نہیں توڑا
خباثت کی بھی حد ہوتی ہے اے حد توڑنے والے
ابھی یہ سرزمین خالی نہیں نیک بندوں سے
ابھی موجود ہیں ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

جگن ناتھ آزاد کی یہ مشہور زمانہ نظم ۱۹۵۲ء میں روزنامہ الجمعیۃ دہلی میں شائع ہوئی تھی۔ اسلام بھارتی مسلمانوں ، رسول اکرم ﷺ ، اولیائے کرام اور حضرت علامہ اقبال کی محبت جگن ناتھ آزاد کا کچھ کم بڑا جرم نہ تھا۔ وہ پاکستان کے لیے بھارت کے پریس اتاشی مقرر ہوئے ، مگر انہیں یہاں آنے نہیں دیا گیا۔ اپنے اس جرم کا اظہار انھوں نے یوں کیا تھا:

میری یہی خطا ہے بس اہل بت کدہ
شمع حرم کا نور بھی میری نظر میں ہے

بنگال میں بھی جدید طرز معاشرت کو پھیلانے اور نقطۂ نظر کو تبدیل کرنے میں بنگالی ادب نے اہم کردار ادا کیا۔ اگر چہ بنگالی ادب کے بالمقابل انگریزی ادب نے بھی اپنے مخصوص مفادات کے حصول کی خاطر بنگالی معاشرے میں گہرے نقوش چھوڑے ہیں، مگر بنگالی معاشرے نے جلد ہی انگریز ادیبوں کی ان فرنگی چالوں کو جلد ہی بھانپ لیا اور پھر اسی تناظر میں بنگالی ادب کے انقلابی اور مزاحمتی رویوں نے مزید بلندی کی حدوں کو چھوا اور مزاحمتی بنگالی ادب کی اعلیٰ تخلیق سامنے آئی۔

پاکستان کی اکسٹھ سالہ تاریخ میں نصف سے زیادہ دور آمریت کی سیاہ رات تلے گزر گیا جو کہ پاکستان کی سیاست کے لیے ایک المیے سے کم نہیں۔ آمریت ظلم وجبر، انسانی حقوق کی پامالی اور فرد واحد کی سوچ اور خیال کے اطلاق کا دوسرا نام ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے ایسی آب و ہوا مزاحمتی ادب کے پودے کے لیے آکسیجن اور پانی کا کام دیتی ہے، جیسا کہ آمریت کے دور میں آب وہوا یعنی ظلم وتشدد کا دور دورہ ہوتا ہے۔ پاکستان کی قومی زبان اردو ہے اور اردو ادب کا دامن مزاحمتی ادب سے مالا مال ہے۔ مزاحمتی شاعری کے بڑے ناموں میں ویسے تو کئی نام ہیں۔ فیض احمد فیض، ناصر کاظمی، ابن انشاء، حبیب جالب، نعیم صدیقی کے علاوہ احمد فراز نے خوب مزاحمتی شاعری کی ہے۔

پروفیسر حفیظ الرحمٰن خان اپنے مضمون ''مزاحمتی شاعری آج اور کل'' میں لکھتے ہیں:

''پاکستانی ادب میں مزاحمتی شاعری باقاعدہ تحریک کی صورت اختیار کرتی نظر آتی ہے۔ پاکستان ایک بہت بڑے نصب العین کے ساتھ وجود میں آیا، لیکن اس کی مختصر قومی تاریخ سیاسی افراتفری، سماجی اور تہذیبی زوال، معاشرتی اور معاشی جبر واستحصال کی آئینہ دار رہی ہے۔ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہاں پاکستانی قومیت وجود میں نہیں آسکی۔ یہاں سیاست، مذہب، تہذیب ومعاشرت میں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جاتی ہیں۔ جاگیردارانہ نظام ایک عفریت کی صورت قومی زندگی کے تمام شعبوں کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہے۔ پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ کا نصف حصہ بدترین آمریتوں کے چنگل میں گرفتار رہا ہے۔ ایسے میں شعر وادب میں مزاحمتی رویے خوب پھلے پھولے۔ عموماً نظریاتی کمٹ منٹ سے قطع نظر اردو کے حساس اور درد مند دل رکھنے والے شعراء نے

مزاحمتی شاعری اور ادب تخلیق کیا''۔

جمہوریت یا آمریت ہر دور میں سچ لکھنے پر قدغن لگائے گئے۔ سچ لکھنے پر شاعروں کو پابند سلاسل کیا گیا۔مگر ہمارے شاعروں نے شعری روایت کے رچے ہوئے ۔لہجے میں خوب مزاحمتی موضاعات پر شاعری کی۔ مزاحمتی شاعری میں سب سے پہلے فیض صاحب کی طرف نظر جاتی ہے انہیں سچ لکھنے کی پاداش میں انوکھے قسم کے الزامات کے تحت چار سال تک جیل میں رکھا گیا۔فیض صاحب کی شاعری سے مزاحمتی شاعری کی خوبصورت مثالیں موجود ہیں۔ دوشورش زنجیر بسم اللہ، آج بازار میں پابجولاں چلو، ویبقی وجہ ربک، زندان کی ایک صبح اور زندان کی ایک شام اردو ادب میں مزاحمتی ادب کی خوبصورت نظمیں ہیں۔

ہم دیکھیں گے	جب ارض خدا کے کعبے سے
لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے	سب بت اٹھوائے جائیں گے
وہ دن کہ جس کا وعدہ ہے	سب تاج اچھالے جائیں گے
جب ظلم وستم کے کوہ گراں	بس نام رہے گا
روئی کی طرح اڑ جائیں گے	جو غائب بھی ہے حاضر بھی
ہم محکوموں کے پاؤں تلے	جو منظر بھی ہے ناظر بھی
جب دھرتی دھڑ دھڑ دھڑکے گی	اور راج کرے گی خلق خدا
اور حکم کے سر اوپر	جو میں بھی ہوں اور تم بھی
بجلی کڑ کڑ کڑکے گی	ویبقی وجہ ربک

جس دھج سے کوئی مقتل کو گیا
وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے
اس جان کی تو کوئی بات نہیں
میدان وفا دربار نہیں
یاں نام نصب کی پوچھ کہاں

عاشق کسی کا نام نہیں
کچھ عشق کسی کی ذات نہیں

فیض صاحب کے بعد حبیب جالب کی شاعری مزاحمتی ادب کی ایک توانا مثال ہے۔حبیب جالب کی شاعری میں سچائی اور حق گوئی قابل ذکر ہے۔ جالب نے ''دور آمریت'' کے خلاف ظلم کے ضابطوں کے خلاف نعرہ مستانہ بلند کیا۔ اس نے خود بھی شاعری کو اپنا ہتھیار بنایا۔ظلم وجبر کے خلاف، غلامی اور بے بسی کے خلاف، جہالت اور تنگ نظری کے خلاف ایک مسلسل جہاد کیا خوداعتادی سے بھرپور تخلیقات پیش کیں۔

دیپ جس کے محلات میں جلے
چند لوگوں کی خوشیوں کو لے کر چلا
وہ سائے میں ہر مصلحت کے پلے
ایسے دستور کو صبح بے نور کو
میں نہیں مانتا، میں نہیں مانتا

جالب کی دیگر نظموں میں سچ ہی لکھتے جانا، اے جہاں دیکھ لے، فلسطین، بندے کو خدا کیا لکھنا مزاحمتی شاعری کی خوبصورت مثالیں ہیں۔

نعیم صدیقی بھی مزاحمتی شاعری کا ایک بڑا نام ہے۔ خاص طور اسلامی مزاحمتی تحریکوں کی حمایت ان کا خاص موضوع ہے۔نعیم صدیقی کی شاعری میں مزاحمتی شاعری کے ساتھ تفکر وتدبر بھی جھلکتے ہیں۔

مثل سقراط میرے خیالات کو
جام زہر اب مہلک پلا دیجئے
میرے اشعار مجرم ہیں اے قاضیو
آیئے ان کو سولی چڑھا دیجئے

مزاحمتی شاعری کی ایک اور توانا آواز احمد فراز ہیں۔ وہ عہد حاضر کے ایک بڑے غزل گو شاعر تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام آمریت کے بدترین اور اس دور کے ظالم شہنشاہ کے ساتھ نہ صرف عملی طور پر مزاحمت کر کے اس دور میں دیا گیا میڈل واپس کر دیا، بلکہ لال مسجد کے خون رنگ واقعہ بلکہ حادثے پر ظلم وستم کے مناظرہ کی جو تصویر کھینچی وہ تصویر احمد فراز مزاحمتی ادب کے نمائندہ شاعروں مین تادیر زندہ رکھے گی۔

وہ عجیب صبح بہار تھی
کہ سحر سے نوحہ گری رہی
میری بستیاں تھیں دھواں دھواں
میرے گھر میں آگ بھری رہی
یہ جو سنگ ریزوں کے ڈھیر ہیں
یہاں موتیوں کی دکان تھی
یہ جو سائباں دھویں کے ہیں
یہاں بادلوں کی اڑان تھی
کہیں نغمگی میں وہ بین تھے
کہ سماعتوں نے سنے نہیں
کہیں گونجتے تھے وہ مرثیے
کہ انیس نے بھی کہے نہیں
جو روش ہے صاحب تخت کی
سو مصاحبوں کا طریق ہے
یہاں کوتوال بھی درد شب
یہاں شیخ دیں بھی فریق ہے

فراز کی نظم محاصرہ بھی مزاحمتی ادب کا ایک زندہ پائندہ رہنے والا شہ کار ہے۔ مختصراً مزاحمتی ادب کا جائزہ لیا گیا ہے ۔ ادب کوئی بھی ہو اردو، عربی، فارسی ، ہندی یا بنگالی، مزاحمتی ادب سے ادب کی دنیا بھی ہوئی ہے۔ مسئلہ فلسطین ، مسئلہ کشمیر اور اب افغان اور عراقی قوم پر امریکن منہ زور گھوڑوں کی لشکر کشی مزاحمتی ادب لکھنے والوں کو مزید حوصلے اور توانائی بخشے گی ۔ اس ادیب اور شاعر کو پیدائشی بوڑھا کہا جاتا ہے۔'' جو حق گوئی و بے باکی'' کی بجائے صرف اور صرف تکنیک اور زبان کی باریکیوں میں الجھ کر سچائی اور حقیقت پسندی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھول جاتے ہیں ۔

آج اردو شاعری کے بڑے بڑے ناموں کو دنیائے حزن و یاس کے باسی صرف اس لیے بھول گئے ہیں کہ وہ شاعر صرف گل و بلبل کی باتیں کرتے رہ گئے ہیں۔ آج فیض احمد فیض، احمد فراز اور حبیب جالب اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی زندہ ہیں۔

یہ دور بھی عجیب دور ہے۔ ایک طرف سو سو منزلہ عمارتیں ہیں، لمبی لمبی گاڑیاں ہیں، جہازوں پر سفر کرتے ہوئے دنیا و مافیہا سے بے خبر سرمایہ دار ہیں تو دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہمارے ملکوں کے باشندے ہیں جو دو وقت کی روٹی کو ترس گئے ہیں۔ ہماری شیشے کی چمکتی عمارتیں، کلائیوں پر لاکھوں روپوں کی گھڑیاں، کاندھوں پر لٹکے ہوئے لیپ ٹاپ اور یہ سب کچھ مغرب کا مقابلہ کرنے کے لیے ہے۔ بقول علامہ اقبال ''احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات''۔ مزاحمتی ادب کا سب سے بڑا مقصد ہی سوئی ہوئی روحوں کو جھنجھوڑنا ہے اور سرمایہ پرستی کے سفینے کو ڈبونا ہے۔ ظلم عربی ملک پر ہو، یا بنگالی قوم پر ہو، لال مسجد میں ہو یا کشمیر کی جنت نظیر وادی میں ہو، اس ظلم و تشدد کے خلاف جو آواز بھی شعریت لیے بلند ہوگی مزاحمتی ادب کہلائے گی۔ نثری ادب بھی اپنے خاص پیرائے کے اندر جنم لے سکتا ہے۔ مزاحمتی ادب ہی ہر تحریک کی روح رواں ہوتا ہے۔ ہمارے شاعروں اور ادیبوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے کلام میں نہ صرف مسئلہ کشمیر و فلسطین کو اجاگر کریں، بلکہ عراق اور افغانستان پر امریکی جارحیت کے خلاف روح مسلم کو بیدار کریں اور خون مسلم کو گرمائیں اور یہی مزاحمتی ادب کا فریضہ ہے۔